



(1920 – 2000)

کرنل شفیق الرحمن

شفیق الرحمن کا پورا نام راؤ شفیق الرحمن تھا۔ وہ ضلع روہتک، ہریانہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام راؤ عبد الرحمن تھا۔ ہائی اسکول پاس کرنے کے بعد انھوں نے لاہور کے میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کیا۔ 1941 میں انڈین میڈیکل سروس میں بطور ڈاکٹر مقرر ہوئے۔ بعد میں ترقی کر کے کرنل ہو گئے۔ فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد اکادمی ادبیات پاکستان کے صدر رہے۔

شفیق الرحمن کا شمار اردو کے معروف مزاح نگاروں میں ہوتا ہے۔ ان کی تحریریں شگفتہ اور رواں ہوتی ہیں۔ ہلکی پھلکی باتیں، نو عمر لڑکے کی نادانیاں اور حماقتیں ان کے خاص موضوعات ہیں۔ شفیق الرحمن اپنے مزاحیہ مضامین میں افسانوی تکنیک کو بڑی خوبی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔ ان مضامین میں جابجا لطیفوں کو اس طرح شامل کیا گیا ہے جیسے وہ لطیفے نہیں اسی واقعے کا حصہ ہیں۔

’کرنیں‘، ’شگوفے‘، ’لہریں‘، ’حماقتیں‘، ’مزید حماقتیں‘، ’درتچے‘ وغیرہ ان کے مزاحیہ مضامین کے

مجموعے ہیں۔



5024CH04

آنکل فرینکی

سالانہ امتحان اس قدر کٹھن اور طویل تھا کہ ختم ہونے میں نہ آتا تھا۔ جس دن امتحان ختم ہوا، میں نے بستر باندھا۔ ہوش آیا تو گمرگ میں تھا۔ ایک ہوٹل میں ٹھہرا۔ ادھر ادھر دیکھا تو ایک بھی مانوس چہرہ نظر نہ آیا۔ بڑی مایوسی ہوئی۔ مجھے ان دنوں کرکٹ کا نیا نیا لگر ملا تھا۔ اس لیے بلیز رہنے کا اتنا شوق تھا کہ میں اور کوئی کوٹ پہنتا ہی نہیں تھا۔ صبح صبح بلیز پہن کر نکل جاتا اور سارا دن ادھر ادھر پھرتا رہتا۔ شام کو آتا، بلیز راتا کر سو جاتا۔

گمرگ میں ایک روز دیکھتا کیا ہوں کہ بالکل سامنے چٹھر پر ایک پختہ عمر کا شخص بیٹھا ہے۔ اس کے منہ میں لمبا سا پائپ تھا اور ہاتھ میں مچھلیاں پکڑنے کی بنسی۔ اس کے چہرے پر بلا کی تازگی اور شگفتگی تھی۔ مسکراہٹ تھی کہ پھوٹی پڑتی تھی۔ اس کے ہاتھ میں تتلیاں پکڑنے کا جال، گردن میں کیمرہ اور تھیلا تھا۔ اس نے میرا بلیز رد دیکھا۔

”یہ کرکٹ کا کلر تمہیں کب ملا؟“

”چند مہینے ہوئے۔“

”تب تو تم بہت اچھے کھلاڑی ہو گے۔ بولر ہو یا بیٹسمین؟“

”بولر ہوں۔“

”سلو ہو یا فاسٹ؟“

”فاسٹ۔“

میں نے کلر جیتنے کی ساری داستان سنائی۔ اس نے بڑی

دل چسپی سے سب کچھ سنا۔



”مجھے بھی کرکٹ کا خط ہے لیکن کبھی اسے سیکھ نہ سکا۔ مجھے بولنگ سیکھنے کا تو بے حد شوق ہے۔ کیا تم سکھا دو گے؟“
میں نے اس کی طرف دیکھا، بھلا اس عمر میں بولنگ سیکھنے کا کیا فائدہ؟ لیکن بڑی سنجیدگی سے اس نے دوبارہ یہی سوال کیا۔

”آپ کو تھوڑی بہت تو آتی ہوگی؟“

”نہیں بالکل نہیں آتی لیکن سکھاؤ گے تو بہت جلد سیکھ جاؤں گا۔ میرے پاس چند بالے اور گیندیں ہیں۔ جال اور وکٹیں یہاں نہ مل سکیں تو سری نگر سے منگالیں گے۔“

ہم دیر تک باتیں کرتے رہے۔ اس نے بتایا کہ وہ آسٹریلیا سے یہاں گمرگ میں اکیلا آیا ہے۔ اسے کرکٹ کا نہایت شوق ہے۔ اس نے انگلینڈ اور آسٹریلیا کے بڑے بڑے کرکٹ میچ دیکھے ہیں۔ کئی مشہور کھلاڑیوں کو جانتا بھی ہے۔



میں نے بریڈمین اور لیلی کے متعلق بے شمار سوالات کیے۔ پھر میں نے ہندوستانی کھلاڑیوں کی باتیں سنائیں۔
اگلے روز ہم اکٹھے سیر کو گئے۔ دن بھر کرکٹ کی باتیں ہوتی رہیں۔ ہماری عمروں میں اس قدر نمایاں فرق تھا پھر بھی ہم اتنی جلدی بے تکلف ہو گئے۔ شام کو ان کی چھوٹی سی کوٹھی میں چائے پی گئی۔ سامنے ایک باغیچہ اور میدان تھا۔

اس میں ہم نے جگہ منتخب کر لی۔ دیر تک زمین ہموار کرتے رہے۔ میں نے ان کا نام پوچھا۔ نام بتا کر کہا ”میرے دوست مجھے فرینکی کہتے ہیں۔ تم بھی فرینکی کہا کرو۔“

میں سوچنے لگا کہ فرینکی تو کوئی ہم عمر دوست ہو سکتا ہے۔ یہ مجھ سے بڑے ہیں۔ مجھے ان کا ادب کرنا چاہیے۔ آخر طے ہوا کہ میں انہیں انگل فرینکی کہا کروں۔

ہم نے دو دن صرف کر کے کرکٹ کھیلنے کے لیے موزوں جگہ بنالی۔ جال لگایا، وکٹیں گاڑیں۔ سبق شروع ہوئے۔ میں نے گیند پکڑنے کا طریقہ بتایا۔ قدم گن کر دکھائے۔ بازو گھما کر گیند پھینک کر دکھائی۔ جب وہ اچھی طرح سمجھ گئے،



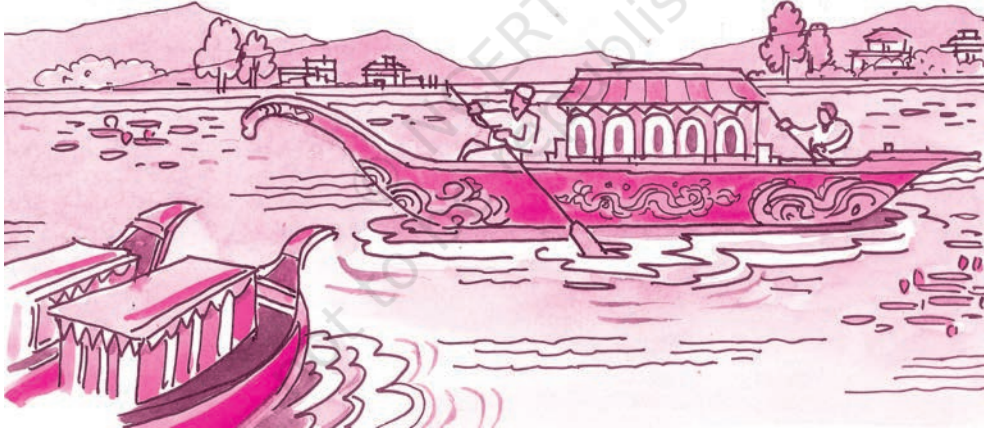
تب ان سے کہا کہ اب آپ پھینکیے۔ میں بلا لے کر وکٹوں کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ ان کی پہلی گیندیں جال سے باہر نکل گئیں۔ کئی میرے سر کے اوپر سے گزر گئیں۔ مجھے ان کے اسٹائل پر بڑی ہنسی آئی۔ یہ تو شاید ہی سیکھ سکیں۔

کئی دن تک یہی ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ میں بالکل نا اُمید ہو گیا لیکن ان کا جوش و خروش بدستور تھا۔ وہ الٹی سیدھی گیندیں پھینک کر قہقہے لگاتے، ہنستے ہنستے ان کا چہرہ گلابی ہو جاتا۔ وہ بے حد زندہ دل تھے۔ حالاں کہ ان کی عمر ایسی تھی کہ

سب رنگ

انہیں کم گو ہو جانا چاہیے تھا لیکن نہ جانے کیوں ان کی ایک ایک حرکت میں بچپنا تھا۔ بات بات میں شوخی تھی، زندگی تھی۔ ہر روز ہم اکٹھے باہر جاتے، درختوں پر چڑھتے، پرندوں کے گھونسلوں سے رنگین انڈے اور پرچراتے، تتلیوں کا تعاقب کرتے، خود رو پھول توڑتے، بھاگ بھاگ کر بے حال ہو جاتے۔

شام کو کرکٹ شروع ہوتی۔ میں گیند پھینکنے کی قسمیں بتاتا کہ کس موقع پر کیسی گیند پھینکنی چاہیے۔ اس کے بعد وہ عجیب اوٹ پٹا نگ گیندیں پھینکنی شروع کرتے اور میں بھی ہنس ہنس کر دوہرا ہو جاتا۔ ایک شام کو فرینکی نے بتایا کہ نمائش دیکھنے سری نگر چلیں گے۔ ہم دونوں سری نگر گئے۔ ڈل میں ہاؤس بوٹ اور ایک چھوٹی سی کشتی بھی لی گئی۔ دن ڈھل چکا تھا۔ ساری وادی پر پہلی سی خوش گوار دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ ہم سڑکوں پر نکل آئے۔ سامنے گلی ڈنڈا ہو رہا تھا۔ انھوں نے پوچھا ”یہ کون سا کھیل ہے؟“



میں نے تفصیل بتائی۔ بولے ”نہایت دل چسپ کھیل ہے۔“

لڑکوں نے ہمیں کھیل میں شریک کر لیا۔ دیر تک گلی ڈنڈا کھیلا۔ فرینکی بڑے اچھے کھلاڑی ثابت ہوئے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ کرکٹ سے بہت ملتا ہے۔

سری نگر سے واپسی کا پروگرام بنا۔ گمرگ پہنچ کر فرینکی نے ایسے زور و شور سے کرکٹ کھیلنا شروع کیا کہ ساری کسر نکل گئی۔ وہ بڑی محنت سے سبق سیکھتے۔ بڑی کوشش سے سبق یاد کرتے۔ سہ پہر سے شام تک بولنگ کرتے۔ ان کا کھیل



پہلے سے کچھ کچھ بہتر ہوتا جا رہا تھا۔ ایک روز وہ میرے پاس بیٹھ گئے۔ انھوں نے بڑی میٹھی میٹھی باتیں کیں۔ ان کے مسکراتے ہوئے چہرے پر ایسی شفقت تھی جیسے میں ان کا برسوں پرانا رفیق ہوں، ہماری عمروں میں کوئی فرق نہیں ہے اور ہم دونوں ہم عمر لڑکے ہیں۔ اس دن شام کو خوب بولنگ ہوئی۔ اب وہ سیدھی گیندیں پھینکنے لگے تھے۔ کبھی کبھار بریک بھی کرا لیتے تھے۔ ایک دفعہ انھوں نے مجھے آؤٹ بھی کر دیا۔

رات میں روشنی کے سامنے انھوں نے ہاتھوں کے سائے سے جانور اور پرندے بنائے۔ تتلی، خرگوش، لکڑا، بٹخ۔ میں نے بھی سیکھے۔ سایوں سایوں کی آپس میں جھوٹ موٹ کی لڑائیاں بھی ہوئیں۔

جب میں وہاں سے چلا تو مجھے چھوڑنے سری نگر تک آئے۔ انھوں نے مجھے اپنی تصویر دی جس پر لکھا تھا ”بے بی کے لیے، انگل فرینکی کی طرف سے“۔

علی الصبح مجھے روانہ ہونا تھا۔ وہ رات ہم نے ڈل کے کنارے ٹہل کر گزاری، خوب باتیں کیں۔ انھوں نے مجھے اپنی زندگی کے قصے سنائے پھر بولے:

سب رنگ

”کہنے کو تو میری عمر کافی ہے اور میں زندگی کا بیش تر حصہ گزار چکا ہوں لیکن مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے زندگی ابھی ابھی شروع کی ہے۔ مجھے دنیا کی نفیس ترین چیزوں سے محبت ہے۔ ایک مخلص دوست میرے لیے سب سے بڑی نعمت ہے۔ میں صرف خلوص پر زندہ ہوں۔ یہی میری زندگی کا سرمایہ ہے۔

چلتے وقت میں نے وعدہ کیا کہ میں کبھی غمگین نہیں ہوں گا۔ ہمیشہ مسکراتا رہوں گا۔ کالج پہنچ کر میں نے ان کی باتیں دوستوں کو سنائیں۔ ان کے خط آتے رہے۔ کشمیر سے وہ کہیں اور جا رہے تھے۔

ایک روز کرکٹ میچ تھا۔ بلیز کی جیب میں ان کی تصویر تھی۔ میں نے کھلاڑیوں کو دکھائی۔ ان میں سے چند تو چونک پڑے۔

”یہ تمہارے دوست کیسے بنے؟“

میں نے انہیں بتایا کہ میں انہیں بولنگ سکھایا کرتا تھا۔ بڑی محنت کے بعد وہ اس قابل ہو گئے تھے کہ سیدھی گیند پھینک سکیں۔



”بولنگ سکھاتے تھے؟ ان کو؟“
”ہاں!“

”جانتے ہو یہ کون ہیں؟ آسٹریلیا کے مشہور و معروف بولر جو اپنے وقت میں دنیا کے بہترین بولر رہ چکے ہیں۔“
لیکن مجھے یقین نہیں آیا۔ پھر انھوں نے ایک کرکٹ کی کتاب میں فرینکی کی تصویر دکھائی۔
”لیکن میں نے سچ مچ انھیں بولنگ سکھائی تھی۔“

میرا خوب مذاق اڑا۔ اس وقت میری سمجھ میں کچھ نہ آیا لیکن بعد میں سمجھا۔ اس پُر رونق جگہ میں جس طرح میں
تنہا اور اُداس تھا اسی طرح شاید فرینکی بھی تنہا اور اُداس تھے۔ شروع شروع میں کرکٹ ہی ایسا موضوع مل سکا جو ہم دونوں
میں مشترک تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ ہمارے نظریے، ہمارے خیالات، ہمارے مشاغل یکساں تھے۔ ہمارے دل ہم عمر تھے۔

(شفیق الرحمن)

مشق

• معنی یاد کیجیے

کَلَر	:	کھلاڑیوں کو ملنے والے مخصوص رنگ
پُختہ	:	پکا
شگفتگی	:	تروتازگی، شادابی
خط	:	جنون کی حد تک شوق
نمایاں	:	صاف، ظاہر
ہموار	:	برابر
صَرَف	:	خرچ

موزوں	:	مناسب
حتیٰ کہ	:	یہاں تک کہ
بدستور	:	ہمیشہ کی طرح
کم گو	:	کم بولنے والا
شوخی	:	چُلبلا پن
تعاقب کرنا	:	پیچھا کرنا
خود رو	:	اپنے آپ اُگنے والا
کسر نکالنا	:	کمی پوری ہونا
شفقت	:	محبت، مہربانی
رفیق	:	دوست
علی الصبح	:	صبح سویرے
بیش تر	:	زیادہ تر
نفیس ترین	:	سب سے عمدہ، نہایت ہی اچھا
مخلص	:	خلوص والا، بے غرض
سرمایہ	:	دولت
معروف	:	مشہور
مشترک	:	مِلّا جُلا
یکساں	:	ایک جیسا
مشاغل	:	مشغلہ کی جمع، مصروفیت
ہم عمر	:	ایک ہی عمر کے

• سوچیے اور بتائیے

- 1- مصنف تمام دن بلیز رکیوں پہنے رہتا تھا؟
- 2- فرینکی سے مصنف کی دوستی کس طرح ہوئی؟
- 3- انگل فرینکی نے بولنگ کس طرح سیکھی؟
- 4- کرکٹ کے علاوہ انگل فرینکی کی اور کیا سرگرمیاں تھیں؟
- 5- انگل فرینکی نے اپنی زندگی کا سرمایہ کسے بتایا؟
- 6- مصنف کے دوستوں نے اُس کا مذاق کیوں اڑایا؟